نذیر احمد علائی*

نظم قرآن: ایک مطالعہ

قرآن کریم کے بے شمار علوم میں سے ایک علم نظم و مناسبت کا بھی ہے جس کی بنیاد قرآن مجید کی ترتیب کے توقیفی ہونے پر ہے۔اس کے بارے میں جدید و قدیم لٹریچر میں بہت سے نظریات ملتے ہیں۔

www.al-mawrid.org
www.javedahmadghamidi.com

نظم کی لغوی تعریف

باہم ملانا، ترتیب دینا، منسلک کرنا[1]۔

اصطلاحی تعریف

کسی ایک آیت میں یا جملہ آیات یا سورتوں کا باہمی ربط سبب نظم قرآن یا مناسبت قرآن کہلاتا ہے[2]۔

نظم و مناسبت کے تین اقسام

ایک جماعت نے اس علم کے محض عقلی ہونے کی بنیاد پر اس سے ذرہ برابر بھی اعتنا نہ کیا۔ دوسرا گروہ قرآن میں نظم و مناسبت کو اہمیت تو دیتا ہے، لیکن ہر جگہ تسلیم نہیں کرتا اور نہ ہی اسے لازمی قرار دیتا ہے۔ تیسرا مکتبۂ فکر وہ ہے جو

* ریسرچ اسکالر، شعبۂ دینیات، مسلم یونیورسٹی علیگڑھ، انڈیا۔

[1] القاموس الوحید، وحید الزماں قاسمی کیرانوی ۱۶۶۹۔

[2] مباحث فی العلوم القرآن، مناع القطان ۹۷۔

کل قرآن کو منظّم و مربوط تسلیم کرتا ہے۔ بنیادی طور پر نظم کے دو اقسام ہیں: ایک وحدۃ الموضوع، یعنی موضوع اور مرکزی نقطۂ نظر کی وحدت اور دوسری قسم مناسبت۔ اس کی دیگر انواع الفاظ کا الفاظ سے ربط، اجزاے آیات کا نظم، آیات اور سورتوں کی مناسبت وغیرہ ہیں۔ پورے قرآن میں وحدت موضوع کا مطلب یہ ہے کہ قرآن کا ایک ہی عنوان ہو اور اس کے تحت تمام سورتوں اور آیات کو لایا گیا ہو۔ ابن عربی القاضی لکھتے ہیں: 'إرتباط آی القرآن بعضها ببعض حتّی تکون کالکلمة الواحدة'[3]، یعنی قرآن مجید کی آیات ایک دوسرے سے اس طرح مرتبط ہیں، گویا وہ ایک ہی کلمہ ہے۔ وحدت موضوع ہی میں دوسرا پہلو یہ ہے کہ سورہ ماسبق کے کسی ایک اہم پہلو کی وضاحت کے باب میں ہو، جیسے سورۂ حجرات، جو سورۂ فتح کی آخری آیت کی تفسیر ہے[4]۔

آیات قرآن کے مابین نظم ومناسبت

اس کی بنیادی طور پر دو قسمیں ہیں:

۱۔ نظم ظاہر،

۲۔ نظم غامض۔

www.al-mawrid.org
www.javedahmadghamidi.com

نظم ظاہر

دوسری آیت پہلی آیت کا بدل ہو جیسے ارشاد ہے: 'اِهۡدِنَا الصِّرَاطَ الۡمُسۡتَقِيۡمَ، صِرَاطَ الَّذِيۡنَ اَنۡعَمۡتَ عَلَيۡهِمۡ غَيۡرِ الۡمَغۡضُوۡبِ عَلَيۡهِمۡ وَلَا الضَّآلِّيۡنَ' (الفاتحہ ۱: ۶-۷)

نظم غامض

آیات کے مابین ایسا ربط ہو جو نہ تو ظاہر ہو اور نہ ہی لفظوں سے کھل کر واضح ہو رہا ہو، بلکہ معنوی اور تعبیری طور پر حاصل ہو، آیات کا نظم غامض کہلاتا ہے، جیسے ارشاد ہے: 'يٰبَنِيۡۤ اٰدَمَ قَدۡ اَنۡزَلۡنَا عَلَيۡكُمۡ لِبَاسًا يُّوَارِىۡ سَوۡاٰتِكُمۡ وَرِيۡشًا وَلِبَاسُ التَّقۡوٰى ذٰلِكَ خَيۡرٌ ذٰلِكَ مِنۡ اٰيٰتِ اللّٰهِ لَعَلَّهُمۡ يَذَّكَّرُوۡنَ' (الاعراف ۷: ۲۶)۔ یہاں حقیقی لباس کے ساتھ لباس تقویٰ کا ذکر ہے۔

۳؎ سراج المریدین، ابن العربی، القاضی: بحوالہ، البرہان فی علوم القرآن، بدرالدین زرکشی ۱/ ۳۷۔

۴؎ تدبر قرآن، مولانا امین احسن اصلاحی، ۱/ ن۔ وایضاً، ۷/ ۴۷۹۔

نظم ومناسبت کی اہمیت وافادیت

یعنی اسرائیلیات سے اجتناب، روایات کی حقیقت سے واقفیت اور ان میں صحیح وضعیف کا امتیاز اور تفاسیر میں موضوع روایات کس طرح راہ پا گئیں۔ ان سب چیزوں کی معرفت، ان کا سد باب، گویا اس حیثیت سے نظم کے تحت قرآن کی تفسیر کرنا ایک بہت ہی اہم اور مفید ذریعہ ہے۔ یہی نظم تفسیر القرآن بالقرآن کا بھی ایک اہم جز ہے۔ مثلاً ارشاد باری ہے: 'وَمَآ اَرۡسَلۡنَا مِنۡ قَبۡلِكَ مِنۡ رَّسُوۡلٍ وَّلَا نَبِيٍّ اِلَّآ اِذَا تَمَنّٰٓى اَلۡقَى الشَّيۡطٰنُ فِىۡۤ اُمۡنِيَّتِهٖ فَيَنۡسَخُ اللّٰهُ مَا يُلۡقِى الشَّيۡطٰنُ ثُمَّ يُحۡكِمُ اللّٰهُ اٰيٰتِهٖ وَاللّٰهُ عَلِيۡمٌ حَكِيۡمٌ' (الحج ۲۲: ۵۲)۔ مذکورہ آیت کے بارے میں بیش تر مفسرین نے اپنی تفاسیر میں قصۂ غرانیق کو منطبق کرنے کی کوشش کی ہے، یعنی بعض مفسرین نے اپنی تفاسیر میں اس چیز کو ذکر کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے آیت 'وَمَنٰوةَ الثَّالِثَةَ الۡاُخۡرٰى' (النجم ۵۳: ۲۰) پڑھنے کے دوران شیطان نے 'تلك الغرانيق العلى و أن شفاعتهنّ لترجى' کے الفاظ شامل کر دیے، اس روایت کے مرسل طرق سے وارد ہونے کی وجہ سے علماے حدیث نے رد کر دیا، مگر جن علماے تفسیر نے آیات کے نظم وربط اور موضوعی وحدت کا خیال رکھا، مثلاً برہان الدین عمر بقاعی نے اپنی تفسیر ''نظم الدرر'' میں اور ابوحیان نے ''البحر المحیط'' میں ذکر کیا ہے کہ آیت بالا میں 'اَلشَّيۡطٰنُ' سے النضر بن الحارث جیسے انسان نما شیطان مراد ہیں جو اپنی قوم اور بیرونی زائرین کو اسلام سے دور رکھنے کے لیے شکوک وشبہات میں ڈالتے تھے، کیونکہ مذکورہ آیت سے قبل یہ آیت آئی ہے، ارشاد ہے: 'وَالَّذِيۡنَ سَعَوۡا فِىۡۤ اٰيٰتِنَا مُعٰجِزِيۡنَ اُولٰٓئِكَ اَصۡحٰبُ الۡجَحِيۡمِ' (الحج ۲۲: ۵۱) (جن لوگوں نے ہماری آیات کو شک وشبہ کا ذریعہ بنانے کی سعی کی وہی دوزخی ہیں) گویا ان انسان نما شیطان کی ہمیشہ یہی کوشش ہوتی تھی کہ لوگوں کے دلوں میں شکوک وشبہات ڈالیں اس سعی کو شیطان کی طرف اس لیے منسوب کیا گیا کہ انسانی شیاطین اسی کی جنس میں شمار ہوتے ہیں[۵]۔

مولانا شبیر احمد عثمانی مذکورہ آیت کے ضمن میں فرماتے ہیں کہ جب کوئی نبی یا رسول کوئی بات بیان کرتا یا اللہ کی آیات پڑھ کر سناتا ہے تو شیطان اس بیان کی ہوئی بات یا آیت میں طرح طرح کے شکوک وشبہات ڈال دیتا ہے۔ مثلاً نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے آیت: 'حُرِّمَتۡ عَلَيۡكُمُ الۡمَيۡتَةُ' (المائدہ ۵: ۳) پڑھ کر سنائی تو انسان نما شیطان نے شبہ ڈالا کہ دیکھو اپنا مارا ہوا تو حلال اور اللہ تعالیٰ کا مارا ہوا حرام کہتے ہیں[۶]۔

---

۵ البحر المحیط، ابوحیان ۳۵۲/۶، نظم الدرر...، بقاعی ۶۷/۱۳۔

۶ تفسیر عثمانی، مولانا شبیر احمد عثمانی ۴۵۰۔

www.javedahmadghamidi.org

مزید انسان نما شیطان کی وضاحت اس آیت میں بالکل صاف نظر آتی ہے: 'وَكَذٰلِكَ جَعَلْنَا لِكُلِّ نَبِيٍّ عَدُوًّا شَيٰطِيْنَ الْاِنْسِ وَالْجِنِّ يُوْحِيْ بَعْضُهُمْ اِلٰى بَعْضٍ زُخْرُفَ الْقَوْلِ غُرُوْرًا وَلَوْ شَآءَ رَبُّكَ مَا فَعَلُوْهُ فَذَرْهُمْ وَمَا يَفْتَرُوْنَ' (الانعام ۶:۱۱۲)۔ مولانا امین احسن اصلاحی اس آیت کے سلسلے میں فرماتے ہیں کہ "ہر نبی کو اپنے اپنے زمانہ کے شیاطین جن وانس نے دکھ پہنچایا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو قریش کے لیڈروں اور ان کے ہم نواؤں نے بہت دُکھ پہنچایا"[7]۔

مولانا شبیر احمد عثمانی فرماتے ہیں کہ "رؤسائے مکہ ہی نہیں، بلکہ ہمیشہ کافروں کے سردار حیلے نکالتے رہے ہیں تاکہ عوام الناس پیغمبروں کے مطیع نہ ہو جائیں، جیسے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے معجزہ دکھایا تو فرعون نے حیلہ نکالا کہ سحر کے زور سے سلطنت لیا چاہتا ہے"، قرآن میں آیا ہے: 'وَكَذٰلِكَ جَعَلْنَا فِيْ كُلِّ قَرْيَةٍ اَكٰبِرَ مُجْرِمِيْهَا لِيَمْكُرُوْا فِيْهَا وَمَا يَمْكُرُوْنَ اِلَّا بِاَنْفُسِهِمْ وَمَا يَشْعُرُوْنَ' (الانعام ۶:۱۲۳)[8]۔

قرآن کریم میں موضوعی وحدت: سورتوں کا نظام، تفسیر القرآن بالقرآن کا جزو لاینفک ہے، لیکن مطالعہ قرآن میں اس منہج کی معرفت کے لیے قرآن میں تدبر وتفکر بہت ضروری ہے اور یہ بغیر بہت گہرے سوچ بچار کے حاصل نہ ہوگا، اللہ تعالیٰ نے بغیر سوچے سمجھے قرآن پڑھنے والوں سے ناگواری کا اظہار کیا ہے، ارشاد ہے: 'اَفَلَا يَتَدَبَّرُوْنَ الْقُرْاٰنَ اَمْ عَلٰى قُلُوْبٍ اَقْفَالُهَا' (محمد ۴۷:۲۴)۔ دوسری جگہ آیا کہ جو لوگ دل، کان، آنکھ ہونے کے باوجود ان سے کام نہیں لیتے، یعنی دل سے آیات اللہ میں غور نہیں کرتے ہیں نہ قدرت کی نشانیوں کا بغور مطالعہ کرتے ہیں، ان لوگوں کا حال چوپائے سے بھی بدتر ہے، کیونکہ جانور مالک کے بُلانے پر چلا آتا ہے، مگر کچھ لوگ کبھی مالک حقیقی کی آواز پر کان نہیں دھرتے، جیسا کہ اللہ کا ارشاد ہے: 'وَلَقَدْ ذَرَاْنَا لِجَهَنَّمَ كَثِيْرًا مِّنَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ لَهُمْ قُلُوْبٌ لَّا يَفْقَهُوْنَ بِهَا وَلَهُمْ اَعْيُنٌ لَّا يُبْصِرُوْنَ بِهَا وَلَهُمْ اٰذَانٌ لَّا يَسْمَعُوْنَ بِهَا اُولٰٓئِكَ كَالْاَنْعَامِ بَلْ هُمْ اَضَلُّ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْغٰفِلُوْنَ' (الاعراف ۷:۱۷۹)۔ غور وفکر کرنے والوں کے لیے قرآن کریم کے معانی ومفاہیم اور عجائب ولطائف ختم نہیں ہوتے ہیں اور نہ بار بار دھرانے، پڑھنے سے پرانا ہوتا ہے، ارشاد ربانی ہے: 'وَيَوْمَ نَبْعَثُ فِيْ كُلِّ اُمَّةٍ شَهِيْدًا عَلَيْهِمْ مِّنْ اَنْفُسِهِمْ وَجِئْنَا بِكَ شَهِيْدًا عَلٰى هٰٓؤُلَآءِ وَنَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْكِتٰبَ تِبْيَانًا لِّكُلِّ شَيْءٍ وَّهُدًى وَّرَحْمَةً وَّبُشْرٰى لِلْمُسْلِمِيْنَ' (النحل ۱۶:۸۹)۔ مذکورہ آیت کی تفسیر میں حضرت عبداللہ

۷۔ تدبر قرآن، مولانا امین احسن اصلاحی ۳/۱۴۲-۱۴۳۔

۸۔ تفسیر عثمانی، مولانا شبیر احمد عثمانی ۱۹۱۔

www.javedahmadghamidi.com
www.al-mawrid.org

بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ’قد بيّن لنا فی هذا القرآن كل علم و كل شئ‘ (اس قرآن میں ہمارے لیے تمام معلومات اور تمام اشیا بیان کر دی گئی ہیں[9])۔

قرآن کی یہ حقیقت بھی اسی بات کی طرف اشارہ کر رہی ہے، ارشاد ہے: ’وَلَوۡ اَنَّ مَا فِی الۡاَرۡضِ مِنۡ شَجَرَۃٍ اَقۡلَامٌ وَّالۡبَحۡرُ یَمُدُّہٗ مِنۡۢ بَعۡدِہٖ سَبۡعَۃُ اَبۡحُرٍ مَّا نَفِدَتۡ کَلِمٰتُ اللّٰہِ اِنَّ اللّٰہَ عَزِیۡزٌ حَکِیۡمٌ‘ (لقمان ۳۱: ۲۷)۔

غور و فکر کے نتیجہ میں قرآن کے عجائب و لطائف نہ ختم ہونے کے سلسلے میں اللہ تعالیٰ نے دوسری جگہ فرمایا ہے: ’قُلۡ لَّوۡ کَانَ الۡبَحۡرُ مِدَادًا لِّکَلِمٰتِ رَبِّیۡ لَنَفِدَ الۡبَحۡرُ قَبۡلَ اَنۡ تَنۡفَدَ کَلِمٰتُ رَبِّیۡ وَلَوۡ جِئۡنَا بِمِثۡلِہٖ مَدَدًا‘ (الکہف ۱۸: ۱۰۹)۔ اس طرح مطالعہ قرآن کے دوران پوری سورہ پر مجموعی نظر نہایت ضروری ہے، اس لیے کہ ایک مفسر کا یہ حق بنتا ہے کہ سورہ کے مختلف اجزا کے درمیان موضوعی رشتوں پر اس وقت تک غور نہ کرے، جب تک کہ سورہ کے تمام اجزا کو شمار اور اس کے مقاصد کا تعین کر کے پوری سورہ پر پوری طرح سے غور و فکر نہ کرے[10]۔

مذکورہ بالا آیات سے مترشح ہوا کہ کسی بھی سورہ کے تفہیم النظم کے لیے پوری سورہ پر نظر ڈالنا ضروری ہے۔ جیسے کسی مسئلہ کے سمجھنے کے لیے اس کے تمام اجزا پر تدبر و تفکر کرنا لازمی ہوتا ہے[11]۔

www.al-mawrid.org www.javedahmadghamidi.com

عود الی البدء: ایک منہج

آغاز کی طرف واپسی کے اصول میں مولانا فراہی نے لکھا ہے کہ ”میں نے اللہ کی کلام کی ترتیب میں دیکھا کہ کلام ایک بات سے دوسری بات کی طرف لوٹتا ہے، ان میں ہر بات مقصود ہونے کی مستحق ہوتی ہے[12]۔ چند مثالیں:

۱۔ ابتدا ارشاد باری ہے: ’یٰۤاَیُّھَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا لَا تَتَّخِذُوۡا عَدُوِّیۡ وَعَدُوَّکُمۡ اَوۡلِیَآءَ تُلۡقُوۡنَ اِلَیۡھِمۡ بِالۡمَوَدَّۃِ وَقَدۡ کَفَرُوۡا بِمَا جَآءَکُمۡ مِّنَ الۡحَقِّ یُخۡرِجُوۡنَ الرَّسُوۡلَ وَاِیَّاکُمۡ اَنۡ تُؤۡمِنُوۡا بِاللّٰہِ رَبِّکُمۡ اِنۡ کُنۡتُمۡ خَرَجۡتُمۡ جِھَادًا فِیۡ سَبِیۡلِیۡ وَابۡتِغَآءَ مَرۡضَاتِیۡ تُسِرُّوۡنَ اِلَیۡھِمۡ بِالۡمَوَدَّۃِ وَاَنَا اَعۡلَمُ بِمَاۤ اَخۡفَیۡتُمۡ وَمَاۤ اَعۡلَنۡتُمۡ وَمَنۡ یَّفۡعَلۡہُ مِنۡکُمۡ فَقَدۡ ضَلَّ سَوَآءَ السَّبِیۡلِ‘ (الممتحنہ ۶۰: ۱)۔

انتہا ارشاد ربانی ہے: ’یٰۤاَیُّھَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا لَا تَتَوَلَّوۡا قَوۡمًا غَضِبَ اللّٰہُ عَلَیۡھِمۡ قَدۡ یَئِسُوۡا مِنَ الۡاٰخِرَۃِ

۹؎ تفسیر القرآن العظیم، ابن کثیر ۲/ ۵۸۲۔

۱۰؎ البناء العظیم ۱۹۹۔

۱۱؎ الموافقات فی اصول الشریعہ، الشاطبی ۳/ ۴۱۳۔

۱۲؎ دلائل النظام، علامہ حمید الدین فراہی ۵۵۔

کَمَا یَئِسَ الْکُفَّارُ مِنْ اَصْحٰبِ الْقُبُوْرِ‘ (الممتحنہ ۶۰: ۱۳)۔

۲۔ابتداارشاد باری ہے: ’سَبَّحَ لِلّٰہِ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ وَھُوَ الْعَزِیْزُ الْحَکِیْمُ‘ (الحشر ۵۹: ۱)۔

انتہاارشاد ربانی ہے: ’ھُوَ اللّٰہُ الْخَالِقُ الْبَارِئُ الْمُصَوِّرُ لَہُ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰی یُسَبِّحُ لَہٗ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَھُوَ الْعَزِیْزُ الْحَکِیْمُ‘ (الحشر ۵۹: ۲۴)۔

۳۔ابتداارشاد ربانی ہے: ’قَدْ اَفْلَحَ الْمُؤْمِنُوْنَ‘ (المومنون ۲۳: ۱)۔

انتہاارشاد باری ہے: ’وَقُلْ رَّبِّ اغْفِرْ وَارْحَمْ وَاَنْتَ خَیْرُ الرّٰحِمِیْنَ‘ (المومنون ۲۳: ۱۱۸)۔

۴۔ابتداارشاد سبحانی ہے: ’قُلْ ھُوَ اللّٰہُ اَحَدٌ‘ (الاخلاص ۱۱۲: ۱)۔

انتہاارشاد ربانی ہے: ’وَلَمْ یَکُنْ لَّہٗ کُفُوًا اَحَدٌ‘ (الاخلاص ۱۱۲: ۴)۔

www.javedahmadghamidi.com
www.al-mawrid.org

پورے کلام اللہ میں موضوعی وحدت

قرآنی آیات کے درمیان ارتباط ومناسبت کے اعتراف کا مطلب یہ ہے کہ مختلف، متنوع اغراض ومقاصد کے باوجود ہر سورہ ایک عام مقصد کے تحت متعین موضوعی وحدت سے مربوط ہوتی ہے، آیات قرآنی کی ترتیب کے باب میں تو اتفاق ہے کہ وہ توقیفی ہے اور سورتوں کے باب میں بھی یہی راجح ہے کہ وہ بھی توقیفی ہے، اس لحاظ سے متقدمین و متاخرین مفسرین کا اس بات پر اتفاق ہے کہ تفسیر القرآن بالقرآن سب سے زیادہ معتبر اور صحیح ترین طریقۂ تفسیر ہے، کیونکہ قرآن شریف میں جو بات ایک جگہ مجمل بیان ہوئی ہے، دوسری جگہ اس کی توضیح اللہ نے خود ہی کر دی، اور جو بات ایک جگہ مختصر بیان ہوئی ہے، دوسری جگہ اس کی تفصیل پیش کر دی ہے[۱۳]۔

اس سلسلے میں اللہ سبحانہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ’اَللّٰہُ نَزَّلَ اَحْسَنَ الْحَدِیْثِ کِتٰبًا مُّتَشَابِھًا مَّثَانِیَ‘ (الزمر ۳۹: ۲۳) مذکورہ آیت میں ’مُتَشَابِھًا‘ کے معنی، قرآن کے بعض حصے بعض سے مشابہ اور مثانی کے معنی ہیں کہ اس کے موضوعات کو بار بار دہرایا گیا ہے، اس سے یہ بات نکلتی ہے کہ کل قرآن میں موضوعی وحدت ہے۔

قرآن کریم کل علوم کا منبع

حضرت حسن بصری نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے آسمان سے ایک سو چار کتب اتاریں، ان کے علوم چار کتابوں ــــ

۱۳؎ مقدمۃ فی اصول التفسیر، ابن تیمیہ ۱/ ۳۹۔ دلائل النظام، علامہ فراہی ۱۷۔

توریت، انجیل، زبور اور فرقان ـــــ میں جمع کیے، سمو دیے، پھر ان چاروں کتب کے علوم فرقان حمید میں یکجا کیے، پھر علوم القرآن کو مفصل سورتوں میں جمع کیا، پھر مفصل سورتوں کے علوم سورۃ الفاتحہ میں سمو دیے۔ اب جس نے اس سورہ ''الحمد'' کا علم حاصل کر لیا، گویا کہ اس نے اللہ تعالیٰ کی نازل کردہ تمام کتب کے علوم حاصل کر لیے، اور جس نے اس سورہ کی تلاوت کی، اس نے گویا توریت، انجیل، زبور و فرقان، سب کی تلاوت کی۔[14]

علامہ حمید الدین فراہی نے بھی لکھا ہے کہ ''سورۂ حمد'' جو ایک دیباچہ کی طرح جامع ہے اور اس میں قرآن کریم کی تمام باتوں کی کلید محفوظ ہے۔[15] ارشاد باری ہے: 'اَللّٰهُ نَزَّلَ اَحۡسَنَ الۡحَدِيۡثِ كِتٰبًا مُّتَشَابِهًا مَّثَانِيَ' (الزمر ۳۹: ۲۳)۔ مذکورہ آیت کے تحت متشابہ اور مثانی کی چند مثالیں۔

متشابہ کی مثال

ارشاد ہے: 'اَلۡحَمۡدُ لِلّٰهِ رَبِّ الۡعٰلَمِيۡنَ، الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ، مٰلِكِ يَوۡمِ الدِّيۡنِ، اِيَّاكَ نَعۡبُدُ، وَاِيَّاكَ نَسۡتَعِيۡنُ، اِهۡدِنَا الصِّرَاطَ الۡمُسۡتَقِيۡمَ، صِرَاطَ الَّذِيۡنَ اَنۡعَمۡتَ عَلَيۡهِمۡ غَيۡرِ الۡمَغۡضُوۡبِ عَلَيۡهِمۡ وَلَا الضَّآلِّيۡنَ' (الفاتحہ ۱: ۱-۷)۔ مذکورہ سورہ میں توحید کی تینوں اقسام اور جزا و سزا اور رسالت کا ثبوت موجود ہے، جیسے ''اَلۡحَمۡدُ لِلّٰهِ'' سے توحید اسما و صفات اور ''رَبِّ الۡعٰلَمِيۡنَ'' سے توحید ربوبیت ماخوذ ہوتی ہے۔ ''مٰلِكِ يَوۡمِ الدِّيۡنِ'' سے انصاف پر مبنی جزا و سزا ماخوذ ہے اور ''اِيَّاكَ نَعۡبُدُ وَاِيَّاكَ نَسۡتَعِيۡنُ'' سے توحید الوہیت ماخوذ ہے، اور ''اِهۡدِنَا الصِّرَاطَ الۡمُسۡتَقِيۡمَ'' سے رسالت کا ثبوت ملتا ہے، کیونکہ یہ راستہ ہم کو رسول ہی نے بتایا ہے۔[16]

www.javedahmadghamidi.com www.al-mawrid.org

مثانی کی مثال

بعض سورتوں پر، جن میں ان کے موضوعات دہرائے گئے، معلوم ہوتا ہے کہ اسلوب و طریق سیاق کے اختلاف کے باوجود معنی و مفہوم میں یکسانیت ہے، بالفاظ دیگر ان سورتوں میں موضوعی وحدت کا اصول حاصل ہوتا ہے، مثال کے طور پر مشرکین سے اظہار براءت کرتے ہوئے سورۂ توبہ اور سورۂ ممتحنہ، دونوں ایک ہی مفہوم سے شروع ہو رہی ہیں، ارشاد باری ہے: 'بَرَآءَةٌ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوۡلِهٖۤ اِلَى الَّذِيۡنَ عٰهَدۡتُّمۡ مِّنَ الۡمُشۡرِكِيۡنَ' (التوبہ ۹: ۱)۔ 'يٰۤاَيُّهَا

۱۴؎ التفسیر الکبیر، امام رازی ۷/ ۱۲۲۔ تناسق الدرر فی تناسب السور، السیوطی ۶۔

۱۵؎ دلائل النظام، علامہ فراہی ۵۵۔

۱۶؎ تیسیر اللطیف المنان فی خلاصۃ تفسیر القرآن، السعدی ۱۲۔

الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا لَا تَتَّخِذُوۡا عَدُوِّیۡ وَعَدُوَّکُمۡ اَوۡلِیَآءَ تُلۡقُوۡنَ اِلَیۡہِمۡ بِالۡمَوَدَّۃِ وَقَدۡ کَفَرُوۡا بِمَا جَآءَکُمۡ مِّنَ الۡحَقِّ یُخۡرِجُوۡنَ الرَّسُوۡلَ وَاِیَّاکُمۡ اَنۡ تُؤۡمِنُوۡا بِاللّٰہِ رَبِّکُمۡ اِنۡ کُنۡتُمۡ خَرَجۡتُمۡ جِہَادًا فِیۡ سَبِیۡلِیۡ وَابۡتِغَآءَ مَرۡضَاتِیۡ تُسِرُّوۡنَ اِلَیۡہِمۡ بِالۡمَوَدَّۃِ وَاَنَا اَعۡلَمُ بِمَآ اَخۡفَیۡتُمۡ وَمَآ اَعۡلَنۡتُمۡ وَمَنۡ یَّفۡعَلۡہُ مِنۡکُمۡ فَقَدۡ ضَلَّ سَوَآءَ السَّبِیۡلِ‘ (الممتحنہ۶۰:۱)۔

مذکورہ دونوں سورتوں کا خلاصہ اس سورہ: ’قُلۡ یٰۤاَیُّہَا الۡکٰفِرُوۡنَ، لَاۤ اَعۡبُدُ مَا تَعۡبُدُوۡنَ، وَلَاۤ اَنۡتُمۡ عٰبِدُوۡنَ مَاۤ اَعۡبُدُ، وَلَاۤ اَنَا عَابِدٌ مَّا عَبَدۡتُّمۡ، وَلَاۤ اَنۡتُمۡ عٰبِدُوۡنَ مَاۤ اَعۡبُدُ، لَکُمۡ دِیۡنُکُمۡ وَلِیَ دِیۡنِ‘ (الکافرون۱۰۹: ۱-۶) میں سمیٹ لیا گیا ہے۔

دوسری مثال

ارشاد باری ہے: ’اِنَّ الۡاِنۡسَانَ لَفِیۡ خُسۡرٍ، اِلَّا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَتَوَاصَوۡا بِالۡحَقِّ وَتَوَاصَوۡا بِالصَّبۡرِ‘ (العصر۱۰۳:۲-۳)۔ مذکورہ آیت نمبر۳ میں انسان کے چار اوصاف کا تذکرہ کیا گیا، یعنی ایمان باللہ، عمل صالح، حق کی تلقین اور صبر کی تلقین۔ ان اوصاف کا بیان طویل ترین سورتوں میں ملتا ہے، جیسے سورۂ بقرہ و آل عمران جو اسلام و ایمان کی تفصیلات پر مشتمل ہیں اور سورۂ بقرہ میں مفصل شریعی احکام بھی مذکور ہیں، یہ سب باتیں ’اِلَّا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ‘ میں مذکور ہیں، اور سورۂ نساء میں رشتہ داروں کے حقوق کی تشریح اور عدل و انصاف کے ساتھ ان حقوق کی ادائیگی کا حکم ہے، ان سب کی تفصیلات مجمل طور پر یوں ہے: ’تَوَاصَوۡا بِالۡحَقِّ‘، اور سورۂ مائدہ میں معاملات کی حلت و حرمت کی تفصیلات ہیں، یعنی حلال کی پابندی اور حرام سے پرہیز اور حلال معاملات کو حسب معاملہ پورا کرنے سے متعلق احکام، ان سب کا خلاصہ ’تَوَاصَوۡا بِالصَّبۡرِ‘ میں بیان کیا گیا، کیونکہ حلال کی فکر اور حرام سے اجتناب صبر کا طالب ہے۔[۱۷]

خلاصۂ بحث

جب تک انسان روے زمین پر موجود ہے اور قرآن کے ماننے والے موجود رہیں گے، وہ قرآن کریم کے نئے نئے مطالب و معانی پر غور و فکر کرتے رہیں گے، جس سے علم تفسیر کے نئے نئے مناہج و مسالک سامنے آتے رہیں گے۔

---

[۱۷] امعان النظر فی نظام الآی من السور، محمد عنایت اللہ سبحانی ۳۱۵۔

www.al-mawrid.org
www.javedahmadghamidi.com

اس بات کو پیش نظر رکھتے ہوئے، تفسیر القرآن کے کئی رجحانات میں سے ایک نیا رجحان تفسیر موضوعی بھی سامنے آیا ہے، یہ طرز تفسیر نہ صرف نیا ہے، بلکہ یہ اصطلاح چودھویں صدی ہجری کی پیداوار ہے اور اس اصول پر لکھی ہوئی تفاسیر کی تعداد بہت کم ہے۔ اس طرح قرآن کریم پر تدبر و تفکر کے نتیجہ میں نئے نئے اسالیب کا سامنے آنا جس کا اشارہ اس روایت میں محفوظ ہے: ''قال ابن مسعود: من أراد علم الأولین والآخرین فلیثوّر'' (حضرت ابن مسعود نے فرمایا: جو شخص اولین و آخرین کے علم حاصل کرنے کا ارادہ رکھتا ہو، وہ مباحثہ کرے[۱۸])۔

www.al-mawrid.org
www.javedahmadghamidi.com

۱۸؎ بحوالہ، البرہان فی علوم القرآن، بدرالدین زرکشی ۲/ ۱۵۴۔